پاکستان کے دینی مدارس اور حکومت

مولانا ڈاکٹر محمد امجد تھانوی

پاکستان کا قیام اسلامی جدوجہد اور مسلمانوں کی قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ برصغیر کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ دینی مدارس نے بڑے بڑے علماء، مفسرین، محدثین، مقررین اور دانشور پیدا کیے ہیں جن کا اقرار قائداعظم محمد علی جناح نے بخوبی کیا اور اپنے حلقے میں مختلف مکاتب فکر کے علماء کو جمع کر کے ہندوستان میں رہنے والے مسلمانوں کو یہ پیغام دیا کہ مسلمانوں کے لیے اگر کوئی تحریک چلائی جائے اور الگ ملک کا مطالبہ بھی کیا جائے تو جید علماء کی موجودگی اور ان کا عمل دخل اور ان کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ انھوں نے قیام پاکستان سے لے کر اپنی جان دینے تک اس بات کو نبھایا یعنی قیام پاکستان کے لیے مختلف مکاتب فکر کے علماء کا ایک بورڈ بنایا اور اس کا قائد مولانا شبیر احمد عثمانی کو بنایا اور اس کے مذہبی مشیر کہلائے، اس لیے قیام پاکستان کے وقت مغربی پاکستان میں پاکستان کا جھنڈا لہرانے کے لیے اپنی موجودگی میں مولانا شبیر احمد عثمانی کو آگے کیا اور مشرقی پاکستان میں ان کے بھائی علامہ ظفر احمد عثمانی کو یہ سعادت حاصل ہوئی اور علماء کی طرح یہ دونوں علماء بھی صرف مدرسے کی تعلیم حاصل کر کے اس درجے پر پہنچے کہ ان کو یہ اعزاز بخشا گیا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی زندگی میں عید کی نماز مولانا شبیر احمد عثمانی کی امامت میں ادا کی اور اپنی نمازِ جنازہ کے لیے وصیت کی کہ ان کی نماز جنازہ مولانا شبیر احمد عثمانی پڑھائیں گے، لہٰذا اس پر عمل کرتے ہوئے مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح نے مولانا شبیر احمد عثمانی سے نماز جنازہ کی امامت کروائی اور ان ہی کی ہدایت پر تدفین کے تمام امور انجا دیئے گئے۔ بعد کے حالات و واقعات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ جنرل محمد ایوب کے زمانے سے علماء کی کردار کشی شروع ہو اور حتیٰ کہ ان کے دور حکومت میں عربی کے بجائے اردو میں نماز پڑھانے کی کوشش کی گئی اور ان کا یہ اعلان بھی اخبارات کے صفحات میں موجود ہے کہ پاکستان کے سارے علماء کو ملا کر ایک کشتی میں بٹھا کر پاکستان سے باہر بھیج دیا جائے، جس کا جواب شہنشاہ خطابت پاکستان مولانا احتشام الحق تھانوی نے دیا تھا کہ انگریز کے پروردہ لوگوں کا یہی حشر ہونا چاہیے جو جنرل ایوب خان نے علماء کے لیے تجویز کیا تھا۔ انھوں نے مختلف دنیاوی نظاموں کو اسلام کے ساتھ منتھی کرنے کی ایک ناکام کوشش کی۔ حتیٰ کہ ملک میں دینی تہوار بھی اپنی مرضی کے مطابق کرانے کی کوشش کی، لیکن پاکستان کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ نہ صرف دین کے خلاف ان کی کوششیں مٹ گئیں بلکہ دس سالہ دور اقتدار کے باوجود ان کا نام لوگوں کے ذہنوں سے ایسے اوجھل ہوگیا کہ جس کا ذکر کرنا مشکل نظر آتا ہے۔

اس کے بعد کے حکمرانوں نے بھی کئی مرتبہ نہ صرف علماء بلکہ دینی مدارس کے ساتھ بھی چھیڑ چھاڑ جاری رکھی اور بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے اس نکتہ نظر کی نفی کی کہ پاکستان مسلمانوں کے لیے ایک اسلامی فلاحی مملکت کے طور پر دنیا کے نقشے پر قائم کیا گیا تھا اور آنے والے وقتوں تک یہ نظریہ اس طرح جاری وساری رہے گا۔ صاحبان اقتدار آتے رہیں گے اور جاتے رہیں گے اور قصہ پارینہ بن جائیں گے۔

حال ہی میں صدر جنرل پرویز مشرف نے مدارس کی مخالفت کرتے ہوئے ان کو انتہا پسند اور دہشت گرد قرار دیا انھوں نے یہ کہا کہ دہشت گرد تباہ کرتا ہے اور جان سے مارتا ہے اور انتہا پسندی ایک ذہنی کیفیت کا نام ہے، انھوں نے انتہا پسندی کے خاتمے پر زور دیا۔ لیکن یہ حقائق ان کے سامنے یقیناً ہوں گے اور ہوسکتا ہے کہ کسی مصلحت کی بنیاد پر انھوں نے اس طرف نظر نہ کی ہو جب کہ پاکستان کے علاوہ دنیا کے تمام اسلامی ممالک اس بات پر متفق اور متحد ہیں کہ جب تک فلسطین، بوسنیا، چیچنیا اور افغانستان اور عراق جیسے مسلم ممالک کے مسائل حل نہیں کیے جاتے اور وہاں سکون قائم نہیں کیا جاسکتا تو ایسے حالات میں انتہا پسندی کو ختم کیا جانا دنیاوی تجزیوں کے مطابق ممکن نہیں۔

حال ہی میں ۷ جولائی کے واقعات جولندن میں ہوئے وہاں کے تھنک ٹینک نے یہ بیان دیا کہ یہ کشمیر، افغانستان اور عراق پر ہونے والے مظالم کا ردعمل ہے وہاں استحکام لانا امریکہ اور برطانیہ کی مشترکہ ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ اگر حالات وواقعات کا تجزیہ کیا جائے تو ایران میں چالیس سال تک ایک مادر پدر آزاد حکومت رہی اور مذہبی رسم ورواج کو عام طور پر ادا کرنے کی کھلے عام اجازت نہ تھی۔ وہاں کے عوام چھپ چھپا کر دین کی باتوں پر عمل کرتے تھے۔ وہاں کے مذہبی رہنما آیت اللہ خمینی کو ملک بدر ہوکر اپنی جدوجہد جاری رکھنا پڑی اور آخر کار ایران میں ایک اسلامی انقلاب آیا اور وہاں دین کے معاملات میں تسلسل چل رہا ہے اور آئندہ بھی چلنے کے واضح امکانات موجود ہیں۔

دنیا کے دوسرے سب سے بڑے ملک اور دوسری بڑی طاقت روس میں ستر سال تک مذہب پر پابندی رہی اور مسجدوں کا بالاخانوں میں اور گھوڑے باندھنے کے لیے استعمال کیا گیا لیکن یہ تاریخ بھی دنیا کے سامنے موجود ہے کہ اس ملک کا کیا حشر ہوا وہ ٹکڑے ہوکر تباہ ہوا اور تمام وسطی ایشیائی ریاستوں سے اسلامی بنیاد پرستی کی تحریکیں شروع ہوگئیں۔ صدر مملکت نے اپنے حالیہ بیانات میں اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ پاکستان میں انسانی حقوق کی مکمل پاسداری کی جارہی ہے اور ہمارا میڈیا امریکہ اور مغربی میڈیا کی طرح آزاد اور خودمختار ہے اور عوام کو بھی بااختیار بنادیا گیا ہے۔ ان تمام حقائق کی روشنی قابل افسوس واقعہ ہے کہ چند روز قبل طالبات کے دینی مدرسے پر پولیس نے چھاپہ مارا جس سے حکومت کے عزائم کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

۱۱ ستمبر کے واقعات نے اگرچہ پاکستان کی حکومت کو امریکہ نے اپنے دینی مدارس کے سلسلے میں اپنا خیال بدلنے پر مجبور کردیا تھا۔ حکومت نے دینی مدارس کے نصاب کو بدلنے اور ان کو قومی تحویل میں لینے کا فیصلہ کیا لیکن دینی جماعتوں اور عوام کے دباؤ اور غم وغصہ کی وجہ سے حکومت نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا۔ دینی مدارس کی تنظیم، اتحاد تنظیمات مدارس نے

حکومت سے مذاکرات کیے اور معاملات کافی حد تک حکومت سے سلجھ گئے چنانچہ ایک کنونشن امن کے سلسلے میں حکومت ا
جانب سے منعقد کیا گیا جس میں صدر محترم نے خود شرکت کی اور علماء سے مذاکرات کے علاوہ خطاب بھی کیا لیکن
۷ جولائی کے واقعات کے بعد ہماری حکومت نے برطانیہ کی حکومت کے سامنے اپنی کمزوری دکھاتے ہوئے بیک ق
مدارس کو موردالزام ٹھہرایا جب کہ حکومت پاکستان اور برطانیہ کی حکومت کی تحقیقات کے مطابق اس میں پاکستان کے کس
مدرسہ کا کوئی طالب علم ملوث نہیں پایا گیا۔

برطانوی حکومت کا یہ مطالبہ حکومت نے مان کر اور اس کے ساتھ عاجزانہ پالیسی اختیار کر کے اپنے ملک کو اور دینی مدارس کو مشکوک بنادیا ہے۔ امریکہ یورپی ممالک اور برطانیہ کو یہ معلوم ہے کہ ان کے الزامات سے پاکستان فوراً دباؤ میں آجاتا ہے اور بجائے جارحانہ ردعمل اختیار کرنے کے ان کے سامنے بے بس ہو کر رہ جاتا ہے۔ دینی مدارس کے طلباء کی اکثریت کا تعلق اچھے گھرانوں سے ہے یہ لوگ وطن اور دین سے محبت کرنے والے لوگ ہیں۔ اس مہنگائی کے دور میں بغیر حکومتی تعاون کے ہر سال ان مدارس سے لاکھوں طلباء طالبات رہائش، کھانا، کتابیں اور لباس بغیر کسی معاوضے کے حاصل کر کے ملک میں عالم، حافظ، قاری، مدرس اور خطیب کے فرائض انجام دے رہے ہیں اور بہت سے فاضل علماء اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہیں۔

ملک کی بڑی بڑی یونی ورسٹیوں سے انھوں نے پی ایچ ڈی کی ہوئی ہے اور ملک کے معزز افراد میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ سرکاری سرپرستی میں چلنے والے تعلیمی اداروں کے مقابلے میں مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء نہ صرف مہذب ہیں بلکہ باوقار اور صاحب کردار بھی ہیں۔ دینی مدارس کے معاملات میں حکومت کا مشکلات کھڑا کرنا ناقابل فہم ہے۔ دینی مدارس کا نیٹ ورک یورپ، امریکہ اور ہندوستان میں پھیلا ہے، ہندوستان جیسے ملک میں آج تک کبھی ایسی بات نہیں کی گئی کہ ان ممالک میں دینی مدارس سے طلباء کو نکال دیا جائے۔

حال ہی میں جنرل پرویز مشرف کے اس فیصلے کو ایم ایم اے کے لیڈران کے علاوہ پی پی پی کے مخدوم امین فہیم اور مسلم لیگ (ن) کے راجہ ظفر الحق اور مسلم لیگ (ق) کے صدر اور سابق وزیراعظم چوہدری شجاعت حسین نے متفقہ طور پر بیان دیا ہے کہ مدارس کے خلاف حکومت کے رویے پر صدر مملکت جنرل پرویز مشرف سے بات کی جائے اور جو طلبا بھی پاکستان میں قانونی طور پر این او سی لے کر تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان کو ملک بدر ہرگز نہیں کیا جائے گا۔ اگر حزب اختلاف اور حزب اقتدار اتنی ہم آہنگی موجود ہے تو یقیناً صدر صاحب کو اپنے فیصلے میں لچک دکھانا ہوگی اور حقائق کو سامنے رکھنا ہوگا ورنہ ملک میں ایک بحث چھڑ جائے گی اور ایک ایسا مذہبی طوفان کھڑا ہو جائے گا جو حکومت کے لیے مشکلات کا باعث بنے گا۔

☆☆☆